90- سُوْرَۃُ الْبَلَدِ

آیات : 20 ...... مَکّیّۃ ...... پیراگراف : 4

زمانہ نزول

سورت ﴿ البَلَد ﴾ ، رسول ﷺ کے قیامِ مکہ کے تیسرے دور (6 تا 10 نبوی) میں نازل ہوئی، جب مکہ جیسے پرامن شہر میں، جسے ﴿ البَلَد الامین ﴾ کا نام دیا گیا تھا، رسول اللہ ﷺ پر ہر قسم کا ظلم وستم حلال کرلیا گیا تھا ﴿ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ ﴾۔

سورۃُ البَلَد کا کتابی ربط

1- پچھلی سورت ﴿الفجر﴾ میں نفوسِ غیر مطمئنہ کے اوصاف بتائے گئے تھے کہ وہ اِنکارِ آخرت کے سبب، عدلِ اجتماعی کے قائل نہیں ہوتے۔ اسی لیے وہ مال کی محبت میں گرفتارہ کر یتیموں اور مسکینوں کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتے اور میراث کا مال کھا جاتے ہیں۔ یہاں سورت ﴿البَلَد﴾ میں عدلِ اجتماعی کو ایک دشوار گزار راستہ ﴿الْعَقَبَةُ﴾ کہا گیا ہے۔ آخرت پر پختہ یقین رکھنے والے خوش نصیب اہلِ جنت ﴿أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ﴾ ہی اس گھاٹی کو پار کر سکتے ہیں۔

2- سورت ﴿البَلَد﴾ اور اگلی سورت ﴿الشَّمس﴾ دونوں میں انسان کی آزادیٔ اختیار (Freedom of Choice) کا ذکر ہے۔ یہاں ﴿وَ هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ کے الفاظ سے اور وہاں ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا﴾ کے الفاظ سے یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ انسان میں دونوں قسم کی صلاحیتیں رکھی گئی ہیں۔ انسان اپنی اس آزادی کا صحیح استعمال کر کے جنت کا مستحق بھی ہو سکتا ہے اور غلط استعمال سے دوزخ کا مستحق بھی۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- اس سورت میں ﴿أَصحابُ المَيمَنَة﴾ اور ﴿أَصحابُ الْمَشْئَمَة﴾ کے درمیان موازنہ ہے۔

2- سماجی انصاف اور معاشی عدل (Socio - Economic Justice) کو ایک دشوار گزار گھاٹی ﴿العَقَبَة﴾ کہا گیا ہے۔ ﴿أَصحابُ المَيمَنَةِ﴾ یعنی خوش نصیب اس گھاٹی کو پار کر لیتے ہیں اور ﴿تَوَاصِي بِالصَّبر﴾ اور ﴿تَوَاصِي بِالمَرحَمَة﴾ کی تہذیب کو پروان چڑھاتے ہیں۔

3- ﴿أَصحابُ المَشئَمَة﴾ یعنی بدبخت اور منحوس انسان، ایثار اور قربانی کی اِس بلندی ﴿العَقَبَة﴾ کو سر نہیں کر سکتے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اللہ انہیں دیکھ رہا ہے اور انہیں سزا دے سکتا ہے۔

سورۃُ البَلَد کا نظمِ جلی

سورۃُ البَلَد چار (4) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 4: پہلے پیراگراف میں بتایا گیا کہ دنیا محنت ومشقت کی جگہ ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ﴾

توحید پر استقامت اور نیک اعمال کی محنت اور مشقت کے ذریعے ہی انسان ﴿أَصحابُ المَيمَنَة﴾ خوش نصیبوں کی صف میں شامل ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے، مکہ جیسے پرامن شہر ﴿البَلَدُ الاَمِين﴾ میں

مصائب وآلام کی چکی میں پس رہے ہیں ، لیکن بالآخر یہی کامیاب ہوں گے۔

﴿ لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴾(1) نہیں! میں قسم کھاتا ہوں، اس شہر (سرزمین) کی!

﴿ وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ﴾ (2) اور حال یہ ہے کہ (اے نبی ﷺ) اس شہر میں آپ ﷺ کو حلال کر لیا گیا ہے!

﴿ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ﴾(3) اور قسم کھاتا ہوں! باپ کی! اور اس اولاد کی ! جو اس سے پیدا ہوئی۔

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ﴾(4) درحقیقت ! ہم نے انسان کو ، مشقت میں پیدا کیا ہے۔

2- آیات 5 تا 10 :دوسرے پیراگراف میں بیان کیا گیا کہ انسان کو دونوں راستے ﴿ النَّجْدَیْنِ ﴾ دکھا دیے گئے ہیں وہ بخیل بھی بن سکتا ہے اور فیاض بھی۔

﴿ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ﴾ (5) کیا اس نے سمجھ رکھا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہ پا سکے گا؟

﴿ یَقُوْلُ : اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴾ (6) کہتا ہے: میں نے ڈھیروں مال اڑا دیا۔

﴿ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴾ (7) کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اس کو نہیں دیکھا؟

﴿ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ﴾(8) کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟

﴿ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ﴾(9) اور کیا ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟

﴿ وَ هَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ﴾ (10) اور کیا دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں) دکھا دیے؟

یہ پیراگراف ایک سوال سے شروع ہوتا ہے۔ اس میں اللہ اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے انسان کی ذہنیت سامنے رکھ دی گئی ہے۔ وہ نہ صرف یہ سمجھتا ہے کہ اس کے معاشی رویوں پر، کوئی اسے نہیں پکڑے گا ﴿ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ﴾ ،کوئی ہستی اس کی بخیلی اور کنجوسی پر گرفت نہیں کرے گی۔ کوئی طاقت اس کی فضول خرچیوں اور عیاشیوں کا احتساب نہیں کرے گی، بلکہ وہ اللہ کو بینا ﴿ بَصِیْر ﴾ ہی نہیں سمجھتا۔ ﴿ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ﴾ اس کے بر خلاف ایک بندۂ مومن، احساسِ تقویٰ کے ساتھ رزقِ حلال کماتا ہے اور احساسِ تقویٰ کے تحت ، اعتدال کے ساتھ خرچ کرتا ہے۔ جبکہ ایمان سے عاری شخص، نہ صرف حرام کماتا ہے، بلکہ بے فائدہ چیزوں پر بے دریغ رقم خرچ کر دیتا ہے۔

﴿ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴾

3- آیات 11 تا 18 : تیسرے پیراگراف میں واضح کیا گیا ہے کہ سماجی عدل وانصاف ایک دشوار گزار گھاٹی ﴿ الْعَقَبَة ﴾ ہے

﴿ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴾(11) مگر اس نے دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کی ہمت نہ کی۔

﴿ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴾ (12) اور تم کیا جانو ! کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟

﴿ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴾ (13) کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا ،

﴿ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ﴾(14) یا فاقے (بھوک) کے دن کھانا کھلانا ،

﴿ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴾(15) کسی قریبی یتیم کو (کھانا کھلانا) ،

﴿ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾(16) یا خاک نشین مسکین کو (کھانا کھلانا) ،

﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پھر اس کے ساتھ یہ کہ ان لوگوں میں شامل ہو ، جو ایمان لائے

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴾ (17) اور ایک دوسرے کو (خلقِ خدا پر) رحم کرنے کی تلقین کی۔

﴿ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ﴾ (18) یہ لوگ دائیں بازو والے (خوش بخت) ہیں۔

یہاں ﴿ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ﴾ سیدھے بازو والے خوش نصیبوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ ﴿ الْعَقَبَةَ ﴾ ایک دشوار گذار راستہ ہے۔ فضول خرچ آدمی نے یہ گھاٹی پار نہیں کی، لیکن ﴿ اَصْحَابُ الْمَیْمَنَةِ ﴾ اس گھاٹی کو پار کر لیتے ہیں۔

(1) ﴿ اَصحابُ المَیمَنة ﴾ انسانوں کو غلامی سے آزاد کرتے ہیں ﴿ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴾

(2) یہ قریبی یتیم رشتے دار کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں ﴿ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ یَتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴾

(3) خاک نشین مسکینوں کے حقوق ادا کرتے ہیں ﴿ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴾

(4) صاحبِ ایمان ہوتے ہیں ﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ﴾

(5) اپنے ہم مسلکوں کو مصیبتوں میں صبر کی باہمی نصیحت کرتے رہتے ہیں ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾

(6) اپنے ہم جنسوں کو خلقِ خدا پر رحم کی باہمی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ ﴿ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴾

4- آیات 19 تا 20 : چوتھے اور آخری پیراگراف میں، ﴿ اَصحابُ المَیمَنَة ﴾ یعنی دائیں ہاتھ والوں اور ﴿ اَصحابُ المَشئَمَة ﴾ یعنی بائیں ہاتھ والوں کا انجام بیان کیا گیا۔

﴿ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا هُمْ (19) اور جنہوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا ،

اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴾ وہ بائیں بازو والے (کم بخت) ہیں۔

﴿ عَلَیْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴾(20) (وہ آگ میں موندے ہوئے ہوں گے) ان پر آگ چھائی ہوگی۔

یہاں مختصراً دو آیتوں میں ، ﴿ اصحابُ المَشئَمَةِ ﴾ کا جرم اور ان کی سزا بیان کردی گئی ہے کہ یہ آیاتِ الٰہی کا انکار کرنے والے ہیں اور یہ دوزخ میں جائیں گے۔

﴿ اَصحابُ المَشئَمَة ﴾ کے اوصاف:

سورت کے آغاز سے اختتام تک ، تمام آیات پر غور کیا جائے تو ﴿ اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ ﴾ کی مندرجہ ذیل صفات معلوم ہوں گی۔

(1) یہ آزادیٔ اختیار کا غلط استعمال کرتے ہیں ، اپنے رب کی نعمتوں کے ناشکرے ہوتے ہیں۔

(2) یہ لوگ ﴿نَجْدَیْن﴾ یعنی دو راستوں میں سے ، غلط راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔

(3) اللہ کے بارے میں بدگمانی رکھتے ہیں کہ وہ انہیں اپنی گرفت میں نہیں لے گا ﴿اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ؟﴾۔

(4) فضول خرچیوں اور عیاشیوں میں بے دریغ مال اڑا دیتے ہیں ﴿یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا﴾۔

(5) اللہ کے بارے میں یہ بدگمانی بھی رکھتے ہیں کہ وہ انہیں نہیں دیکھ رہا ہے ﴿اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ؟﴾۔

(6) سماجی انصاف اور معاشی عدل کی ﴿الْعَقَبَة﴾ یعنی دشوار گذار گھاٹی کو پار کرنے کی، ہمت اور جرأت نہیں رکھتے۔ ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ﴾

(7) معاشرے کے مظلوم طبقات کے حقوق کے بارے میں بے حس اور بے پروا ہوتے ہیں۔

انسان کو دو راستوں ﴿النَّجْدَیْن﴾ میں سے مشقت طلب گھاٹی ﴿الْعَقَبَة﴾ کا راستہ ، یعنی عدلِ اجتماعی کے راستے کا انتخاب کرنا چاہیے، وہ ﴿اَصْحٰبُ الْیَمِیْن﴾ میں شامل ہو سکتا ہے۔

MACRO-STRUCTURE

نظمِ جلی

91- سُورَةُ الشَّمْسِ

آیات : 15 ...... مَکِّیَّة"...... پیراگراف : 3

پہلا پیراگراف
آیات: 1 تا 8

کائنات کی بعض نشانیوں اور ضمیر (نفس) سے
جزا و سزا یعنی آخرت پر استدلال

مرکزی مضمون

انسانی ضمیر(Conscience)،
حدودِ الٰہی کی پابندی (تقویٰ) کا قائل ہے ،
البتہ ضمیر فروش ، طاغی اور باغی ہو جاتے ہیں

دوسرا پیراگراف
آیات: 9 تا 10

انسان کی فلاح کا دار و مدار تقویٰ اور تزکیہ نفس پر ہے۔
ضمیر کی آواز کو دبانے والے نامراد ہوں گے۔

تیسرا پیراگراف
آیات: 11 تا 15

ثمود کی طرح طاغی اور باغی افراد اور قومیں تقویٰ کے بجائے طغویٰ
کا رویہ اختیار کر کے فلاح کے بجائے عذاب کا شکار ہو جاتی ہیں۔

زمانہ نزول:

سورت ﴿الشمس﴾، اعلانِ عام کے بعد رسول ﷺ کے قیامِ مکہ کے دوسرے دور (4 تا 5 نبوی) کے آخر میں، پرزور مخالفت کے دور میں نازل ہوئی۔ سردارانِ قریش کے رویے قومِ ثمود کی طرح سرکش اور جابرانہ ہو گئے تھے۔ انہیں قومِ ثمود کی طرح عذاب کی دھمکی دی گئی۔

سورۃ الشَّمس کا کتابی ربط

پچھلی سورت ﴿البَلَد﴾ میں انسان کی آزادیٔ اختیار کو ﴿النَّجْدَين﴾ کے لفظ سے واضح کیا گیا تھا۔ یہاں اس سورت ﴿الشمس﴾ میں انہی ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ کے الفاظ سے واضح کیا گیا ہے۔
اگلی سورت ﴿اللَّيل﴾ میں یہی بات ﴿إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى﴾ کے الفاظ سے ادا کی گئی ہے۔

3- اس سورت میں ﴿أَشْقٰى﴾ کا لفظ قومِ ثمود کے ایک طاغی لیڈر کے لیے استعمال ہوا ہے۔
اگلی سورت ﴿اللَّيل﴾ میں اس بدبخت ﴿أَشْقٰى﴾ کے اُخروی عذاب دوزخ کی وعید ہے۔

اہم کلیدی الفاظ اور مضامین

1- اس سورت میں ﴿تقوٰی﴾ کا موازنہ ﴿طغویٰ﴾ سے کیا گیا ہے۔ ﴿فسق و فجور﴾ کا موازنہ ﴿تزکیہ﴾ سے کیا گیا ہے۔

2- انسانی نفس کے اندر جہاں گناہ کرنے کی صلاحیت رکھی گئی ہے، وہیں گناہوں سے بچنے کی صلاحیت بھی عطا کی گئی ہے۔

سورۃ الشَّمس کا نظمِ جلی

سورۃ الشَّمس تین (3) پیراگرافوں پر مشتمل ہے۔

1- آیات 1 تا 8: پہلے پیراگراف میں چند چیزوں کی گواہی پیش کی گئی ہے کہ انسانی نفس کو، فطری اِلہام کے ذریعے خیر و شر کا شعور عطا کر دیا گیا ہے۔ کسی خدا اور کسی مذہب کو نہ ماننے والا شخص بھی، کچھ نہ کچھ اچھے اور بُرے (Good & Evil) کا فطری احساس و ادراک رکھتا ہے۔

﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا﴾ (1) سورج اور اس کی دھوپ کی قسم! (شاہد ہے، آفتاب اور اس کا چڑھنا)

﴿وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا﴾ (2) چاند کی قسم! جبکہ وہ اس کے پیچھے آتا ہے

﴿وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا﴾ (3) دن کی قسم! جبکہ وہ (سورج کو) نمایاں کر دیتا ہے (چمکا دے)

﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا﴾ (4) رات کی قسم! جبکہ وہ (سورج کو) ڈھانک لیتی ہے

﴿وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا﴾ (5) اور آسمان کی قسم! اور اس ذات کی قسم، جس نے اسے قائم کیا۔

﴿وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا﴾ (6) اور زمین کی قسم! اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا۔

﴿وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا﴾ (7) اور نفسِ انسانی کی قسم! اور اس ذات کی قسم! جس نے اسے ہموار کیا۔ (جیسا کچھ اس کو سنوارا)

﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا ﴾(8) پھراس کی بدی اوراس کی پرہیزگاری اس پر الہام کردی

ان شہادتوں اور گواہیوں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہر صاحب عقل آدمی یہ تسلیم کرتا ہے کہ سورج کی روشنی اور چاند کا تعاقب مختلف نوعیت کا ہوتا ہے اوراس کے اثرات مختلف ہوتے ہیں، دن کی روشنی اور رات کا اندھیرا ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ آسمان اوراس کی بلندی ، زمین اوراس کا پھیلاؤ مختلف ہے، اسی طرح ہر صاحب عقل یہ بات بھی تسلیم کرے گا کہ انسان کے نفس میں، نیکی اور بدی کا شعور بھی موجود ہے۔ اللہ نے اسے ضمیر ﴿النَّفْسُ اللَّوَّامَةَ ﴾ عطا کیا ہے، جو برائی اور بدی پر ملامت کرتا ہے۔ یہی وہ ضمیر (Conscience) ہے، جو اچھے کام کر کے خوش بھی ہوتا ہے۔ انسان کو آزادئ اختیار (Freedom of Choice) عطا کی گئی ہے۔ انسان کے اندر گناہ کرنے اور گناہوں سے بچنے کی دونوں صلاحیتیں رکھ دی گئی ہیں ﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ﴾۔ اس سے خود بخود یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جزا و سزا ﴿الدِّيْنُ﴾ یعنی قیامت واقع ہو کر رہے گی۔

2- آیات 9 تا 10 : دوسرے پیراگراف میں یہ بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسانی نفس کو دونوں رجحانات کا شعور عطا کیا ہے تو جو شخص اپنے نفس کو پاک رکھے گا، وہ کامیاب ہوگا اور جو اس کو دبادے گا، وہ نامراد ہو جائے گا۔

﴿ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ﴾ (9) یقیناً فلاح پا گیا وہ شخص، جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔ (پاک کیا)

﴿ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ﴾ (10) اور نامراد ہوا وہ شخص، جس نے اسے دبادیا۔ (آلودہ کیا)

''انسان کے مستقبل کا انحصار اس پر ہے کہ اس کے اندر، تمیز، ارادے اور فیصلے کی جو قوتیں اللہ نے رکھ دی ہیں، ان کو استعمال کرکے وہ اپنے نفس کے اچھے اور برے رجحانات میں سے، کس کو ابھارتا اور کس کو دباتا ہے؟''

اگر وہ اچھے رجحانات کو ابھارے اور برے رجحانات سے اپنے نفس کو پاک کرے تو فلاح پائے گا اور اس کے برعکس اگر وہ نفس کی اچھائی کو دبائے اور برائی کو ابھارے تو نامراد ہوگا۔ آزادئ اختیار کا صحیح استعمال فائدہ بخش اور غلط استعمال نقصان دہ ہوگا۔

3- آیات 11 تا 15 : تیسرے اور آخری پیراگراف میں، نفس کو آلودہ کرنے والی ایک سرکش قوم اوران کے ایک بدبخت ﴿أَشْقٰی﴾ انسان کی مثال پیش کی گئی ہے۔

﴿ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَا ﴾(11) قومِ ثمود نے، اپنی سرکشی (طغویٰ) کی بنا پر جھٹلایا۔

﴿ إِذِ انْبَعَثَ أَشْقٰهَا ﴾ (12) جب اس قوم کا، سب سے بڑا شقی (بدبخت) آدمی، بپھر کر اٹھا۔

﴿ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ : تو اللہ کے رسول (صالحؑ) نے ان لوگوں سے کہا:

نَاقَةَ اللّٰهِ ! وَ سُقْيٰهَا ! ﴾ (13) خبردار! اللہ کی اونٹنی! (ہاتھ نہ لگانا) اور خبردار! اس اونٹنی کا پانی پینا! (اس میں رکاوٹ نہ بننا)

﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ، مگر انہوں نے اس کی بات کو جھوٹا قرار دیا اور اونٹنی کو مار ڈالا۔
فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْبِهِمْ فَسَوّٰهَا ﴾ (14) آخر کار ان کے گناہ کی پاداش میں، ان کے رب نے ان پر ایسی آفت توڑی کہ ایک ساتھ سب کو پیوندِ خاک کر دیا۔
﴿ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴾ (15) اور اسے (اپنے اس فعل کے) برے نتیجے کا کوئی خوف نہیں ہے

اللہ کے نبی حضرت صالحؑ نے ،قومِ ثمود کو تزکیۂ نفس کی دعوت دی ،لیکن انہوں نے اسے مسترد کر دیا۔اُن کے نفس نے ﴿طَـغْـوٰی ﴾ یعنی سرکشی اختیار کر کے ، بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔یہ اُن کی اپنے ضمیر سے جنگ تھی۔انہوں نے اپنے نفس کی آواز کو کچل دیا۔اس کا انجام، ان کی ہلاکت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

مرکزی مضمون

انسانی ضمیر (Conscience)، انسانوں کو گناہوں پر ملامت کرتا رہتا ہے۔انسان کے اندر گناہوں سے بچنے کی صلاحیت ﴿تـقوٰی ﴾ موجود ہے، البتہ بےلگام ضمیر فروش ،قومِ ثمود کی طرح اپنے ضمیر کی آواز کو کچل کر سرکش ﴿ طاغی ﴾ اور باغی ہو جاتے ہیں۔